طالب ہاشمی

شمس الائمہ سرخسیؒ

امام ابوبکر محمد بن ابی سہل احمد السرخسی معروف بہ شمس الائمہ سرخسی کا شمار پانچویں صدی ہجری کے سرآمد روزگار حنفی فقہا میں ہوتا ہے۔ اکثر اربابِ سیر نے ان کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے نامور تلامذہ قاضی ابویوسف اور امام محمد شیبانی (صاحبین) کے بعد تمام فقہائے احناف سے برتر قرار دیا ہے۔ یہ درجہ علمی قابلیت کے لحاظ سے ہے ورنہ علمی پیداوار کے لحاظ سے وہ شاید سب فقہائے احناف سے آگے ہیں۔ ان کی صرف کتاب المبسوط ہی تیس جلدوں میں بڑی تقطیع کے چھ ہزار تین سو پینتیس (۶۳۳۵) پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کئی تصانیف لکھی ہیں۔ علامہ شہاب بن فضل اللہ العمری نے شمس الائمہ سرخسی کو اپنی کتاب "مسالک الابصار" میں ماہِ تمام" "فقیہ" اصولی، متکلم، مناظر اور "صدر نشین بزم علم" کے القاب سے یاد کیا ہے۔ علامہ عبدالقادر القرشی صاحب الجواہر المضیہ نے انھیں سند، حجت اور اپنے دور کا سب سے زیادہ صاحبِ نظر عالم قرار دیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے مقدمۃ الہدایہ میں اور مولانا فقیر محمد جہلمی نے حدائق الحنفیہ میں امام سرخسی کا سالِ ولادت ۔۔۴ھ لکھا ہے۔ وہ خراسان کے قدیم شہر سرخس میں پیدا ہوئے جو مشہد اور مرو کے درمیان دریائے ہری رود پر واقع ہے۔ دس سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ تجارت کے سلسلے میں بغداد آئے۔ وہاں سے بخارا گئے جہاں شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد حلوانی کی درس گاہ مرجع انام تھی۔ امام سرخسی سالہا سال تک اسی درس گاہ میں شمس الائمہ حلوانی کے زیرِ تربیت رہے، یہاں تک کہ جملہ علوم و فنون میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو ان کے تبحر علمی کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء میں استاد کی وفات کے بعد ان کی مسندِ درس پر بیٹھے اور ان کے لقب شمس الائمہ کے بھی وارث قرار پائے کیونکہ شمس الائمہ حلوانی کے شاگردوں میں علمی قابلیت کے

اعتبار سے کوئی دوسرا ان کا ہم پایہ نہ تھا۔ فی الحقیقت وہ شمس الائمہ ثانی ہیں لیکن شمس الائمہ کا نام سن کر اہلِ علم کا ذہن امام سرخسی ہی کی طرف منتقل ہوتا ہے جب تک کہ دوسرے صاحبِ لقب کی صراحت نہ ہو۔

چند سال کے اندر اندر شمس الائمہ سرخسیؒ کے کمالاتِ علمی اور اخلاقِ حسنہ نے ایک دنیا کو مسخر کر لیا اور طالبانِ علم دنیائے اسلام کے گوشے گوشے سے کھنچ کر ان کی خدمت میں آنے لگے۔ ان کی غیر معمولی ہر دلعزیزی اور مقبولیت بعض لوگوں کو گوارا نہ ہوئی اور وہ حکمرانوں کے کان ان کے خلاف بھرنے لگے، یہاں تک کہ مملکتِ بخارا کے ایک قراخانی فرمانروا نے برافروختہ ہو کر انھیں گرفتار کر لیا۔ تذکرہ نگاروں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کس حکمران نے انھیں گرفتار کیا اور ان کا جرم کیا تھا۔ خود شمس الائمہ سرخسیؒ نے کتاب المبسوط اور بعض دوسری تصنیفات میں اپنی گرفتاری اور قید کے اسباب کی طرف مبہم سے اشارے کیے ہیں۔ مثلاً بادشاہ کو کلمۂ خیر کی تلقین، زندیق اور بدقماش لوگوں کی بادشاہ کے پاس ان کی جھوٹی چغلی وغیرہ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے صرف اتنا کہا ہے کہ امام سرخسی کے عہد کے حکمرانوں نے ان کو حق گوئی کی بنا پر جھوٹا مقدمہ بنا کر قید میں ڈال دیا اور بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس زمانے میں مالی ابتری پر قابو پانے کے لیے حکومت آئے دن نئے نئے ٹیکس عاید کرتی رہتی تھی جن سے مخلوقِ خدا سخت پریشان ہو گئی تھی۔ شمس الائمہ سرخسی نے ان ٹیکسوں کے خلاف آواز بلند کی اور ان کو ناجائز قرار دے کر لوگوں سے کہا کہ ان کی ادائیگی واجب نہیں، اس طرح وہ عدم ادائیگی محاصل کی تحریک کے "سرغنہ" قرار پائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے باقاعدہ کوئی فتویٰ جاری کیا یا نہیں؟ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ کتاب المبسوط (جلد دہم) میں ان کے نقطۂ نظر کی وضاحت موجود ہے، وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے اکثر محصول ناجائز ہیں جو ان کی مخالفت کرے اور ادا نہ کرے وہ ثواب کا مستحق ہے۔

قراخانی حکمران نے شمس الائمہ سرخسی کو گرفتار کرنے کے بعد بخارا میں رکھنا خطرے سے خالی نہ سمجھا، اس پتہ نہ لگ سکے (زندان) کے دور دراز قلعے میں نظر بند کر دیا (اوزکند ماوراء النہر میں فرغانہ کے قریب واقع ہے) عادل حکمران نے صرف نظر بندی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ انھیں ایک اندھے کنوئیں (یا کنواں نما تہ خانے) میں مقید کر دیا۔ اس زمانے میں ایسے قید خانوں میں انتہائی خطرناک قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ گویا شمس الائمہ سرخسی حکومتِ وقت کے نزدیک انتہائی خطرناک مجرم تھے۔ امام موصوف پورے گیارہ برس (بروایت

برتقریباً بارہ برس) تک نہایت صبر و استقامت کے ساتھ اس خوف ناک قید کی مصیبتیں جھیلتے رہے۔
اب المبسوط میں انھوں نے اس قید کے بارے میں کسی کسی جگہ سرسری ساذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں :

"دنیا کے ایک دور دراز کونے میں مجھے قید کیا گیا ہے۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

"بیوی بچوں سے ملنے کی ممانعت ہے اور نہ کوئی کتاب منگوانے کی اجازت ہے۔"

ایک مقام پر قید خانے کو "ملول کرنے اور تھکا دینے والی جگہ" قرار دیا ہے۔

کچھ عرصہ تو امام صاحب کو قید تنہائی میں رکھا گیا اس کے بعد طلبہ کو ان کے کنوئیں (قید خانے) کی ست (منڈیر) پر جانے کی اجازت مل گئی۔ امام صاحب کا فقید المثال کارنامہ یہ ہے کہ وہ سالہا سال تک ؤئیں کے اندر سے طالبانِ علم کو درس دیتے رہے جو اس کی منڈیر پر بیٹھ جاتے تھے اور پہرے داروں کی رانی میں مظلوم استاد سے مقدور بھر استفاضہ کرتے تھے۔ امام صاحب کو علمی استفسارات اور کتابی طالب کی تشریح کے سوا کوئی بات کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن ان کی وسعتِ علم اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ئی کتاب پاس نہ ہونے کے باوجود کئی ضخیم کتابیں نہایت صحت اور جامعیت کے ساتھ شاگردوں کو املا رادیں۔ ان میں سے شرح المبسوط، شرح السیر الکبیر، اور نکت زیادات الزیادات خصوصیت سے قابلِ کر ہیں۔ یہ کتابیں جا بجا قرآن و حدیث کے حوالوں سے مملو ہیں۔ بعض علما نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنی ن مہتم بالشان (امالی) کتابوں کی بدولت شمس الائمہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

بالآخر رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور ۲۰ صفر (بروایتِ دیگر ربیع الاوّل) ۴۸۰ھ (جمعۃ المبارک) و شمس الائمہ سرخسی کو قید و بند کی طویل مصیبت سے نجات ملی۔ رہائی کے چند دن بعد وہ مرغینان چلے لئے اور وہاں امام سیف الدین بن ابراہیم بن اسحٰق (بعض مخطوطوں کے مطابق سیف الدین ابو ابراہیم اسحٰق ن اسمٰعیل) کے گھر قیام کیا اور وہیں شرح سیر الکبیر کے باقی حصے کو املا کرایا اور دس دن میں اس کو مکمل کر دیا۔

قیام مرغینان کے دوران میں ہی امام سرخسی نے اپنا وہ مشہور فتویٰ صادر کیا جس کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ اسی فتوے کی بنا پر وہ معتوب اور مقید ہوئے تھے حالانکہ یہ فتویٰ انھوں نے قید سے رہائی کے بعد دیا تھا اور والیِ مرغینان (امیر البلد) یہ فتویٰ دیکھ کر خفا ہونے کے بجائے ان کے

تبحر علمی کا معترف ہوگیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ والیٔ مرغینان نے اپنی اُمِ ولد لونڈیوں (وہ لونڈیاں جن کی اولاد ہو) کا اپنے خادمانِ خاص سے نکاح پڑھوا دیا تھا۔ امام سرخسی نے فتویٰ دیا کہ نکاح سے قبل ان لونڈیوں کو آزاد کرنا ضروری تھا۔ والیٔ مرغینان نے اس فتوے کے مطابق لونڈیوں کو آزاد کر دیا اور نکاحوں کی تجدید کرائی۔

طویل قید و بند نے امام سرخسی کی صحت پر بہت بڑا اثر ڈالا تھا۔ کبر سنی کے عوارض اور قید کے مصائب نے انھیں نڈھال کر دیا تھا۔ رہائی کے بعد صرف تین سال آزادی کی فضا میں سانس لینا نصیب ہوا اور ۴۸۳ھ میں تراسی سال کی عمر میں یہ آفتاب فضل و کمال ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انھوں نے اپنے پیچھے اپنی گراں قدر تصنیفات کے علاوہ بہت سے نامور شاگردوں کی ایک جماعت یادگار چھوڑی جنھوں نے ان کے کاموں کو آگے بڑھایا اور ان کے فیوض و برکات کو آئندہ نسلوں تک پہنچایا۔

شمس الائمہ سرخسی کے علمی کارناموں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت سے آج تک تمام فقہائے احناف انھی کے خوشہ چیں ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱۔ شرح کتاب المبسوط (تیس جلدیں — ۶۲۳۵ صفحات)۔ یہ کتاب الحاکم الشہید ابوالفضل محمد بن احمد المروزی کی کتاب "المختصر الکافی" کی شرح ہے اور "المختصر الکافی" امام محمد شیبانیؒ (تلمیذ امام ابوحنیفہ) کی کتاب "المبسوط" کا خلاصہ ہے جس میں انھوں نے تکرار کو حذف کر کے طلبا کے لیے سہولت پیدا کی۔

۲۔ شرح سیر الکبیر۔ ۳۔ نُکت زیادات الزیادات۔ ۴۔ اصول الفقہ۔ ۵۔ شرح جامع الکبیر۔ ۶۔ شرح الجامع الصغیر۔ ۷۔ شرح مختصر الطحاوی۔ ۸۔ اشراط الساعۃ و مقامات القیامہ۔ ۹۔ شرح کتاب النفقات للخصاف۔ ۱۰۔ شرح ادب القاضی للخصاف۔ ۱۱۔ الفوائد۔

ان میں سے پہلی چار کتابیں چھپ چکی ہیں۔ باقی میں سے بعض کے مخطوطے مل چکے ہیں اور بعض کی تلاش جاری ہے۔

شمس الائمہ سرخسی نے اپنی تصانیف میں جو مسئلہ بیان کیا ہے، اس کے حکم کی دلیل بھی بیان کی ہے۔ انھوں نے جا بجا اپنے ملک اور اپنے زمانے کے حالات کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان کی تصانیف میں کئی جگہ فارسی جملے بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی بھی جانتے تھے۔

شمس الائمہ سرخسی نے اپنی وسعتِ علم، بے مثل قوتِ حافظہ، صبر و تحمل، تقویٰ، حق گوئی اور راہ حق میں ابتلا کے جو نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے، وہ ان کا نام ابدالآباد تک مہر عالم افروز کی طرح روشن رکھیں گے۔ رحمۃ اللہ